2020-21

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

38	جدید شاعری کی ایک توانا آواز : عزیز نبیل۔۔	مبین نذیر، مالیگاؤں	236
39	وسیم کی شاعری میں تہذیب و تمدن کی پاسداری	محمد ارشد، لکھنؤ کیمپس	241
40	نذیر بناری : ثقافتی دھنک کا شاعر	آمنہ فاروقی محمد امام الدین، بیڑ	246
41	عصر جدید اور غزل کے جدید رجحانات	پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید شیخ ابراہیم	253
42	کالی داس گپتا رضا۔غزل گوئی	ڈاکٹر مبین الدین شیخ، شیر پور	260
43	کلیم عاجز: بحیثیت غزل گو	محمد ارشاق، کشمیر	262
44	بشر نواز کی غزل گوئی کا بنیادی وصف: پیکر تراشی	ڈاکٹر عبد الرب، اورنگ آباد	275
45	جگر مرادآبادی اور غزل کی جمالیات	پروفیسر شرف النہار اورنگ آباد	279
46	عصرِ حاضر میں غالب کی شاعری کی معنویت	ڈاکٹر صدیقی افروزہ خاتون، خلدآباد	287
47	اُردو غزل اور تصورِ عشق	ڈاکٹر صبیحہ سمیرہ بٹ سید، آنچل کرنجی	292
48	وسیم بریلوی اردو غزل کے نئے رجحانات کا شاعر	ڈاکٹر بسنت محمد شکری، مصر	295
49	نقیب غزل۔۔۔۔مجروح سلطان پوری	ڈاکٹر ساجد علی قادری، شیر پور	313
50	غزل میں فنی وفکری عناصر	ڈاکٹر نازیہ بیگم جافو خان، موریشس	321
51	تصوف اور غزل	شاہد علی سلیمان شیخ، نالا سوپارا	326
52	غالب کی غزل گوئی	عبدالصمد خان۔(ریسرچ اسکالر) ممبئی	330
53	غالب کا تصورِ شعر و سخن	محمد یسین کمبے، کشمیر	332
54	اردو غزل کی نسائی لب ولہجہ کی منفرد آواز : پروین شاکر	ڈاکٹر سکینہ خان ۔ممبئی	337
55	اُردو غزل کا سفر اور خدوخال (تحقیق، تنقید اور تشریح)	ڈاکٹر سید تقی عابدی، (کینیڈا)	341
56	اکیسویں صدی میں اردو غزل کے نئے تجربات	پروفیسر مجید بیدار، حیدرآباد	354

PRINCIPAL
Shivaji College
Hingoli.Dist.Hingoli

عصر جدید اور غزل کے جدید رجحانات

پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید شیخ ابراہیم
اسوسیٹ پروفیسر وصدر شعبہ اردو شیواجی کالج ہنگولی

غزل کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ بلاشرکت غیر اردو شاعری پر حکمرانی کر رہی ہے۔اردو غزل مختلف ادوار میں مختلف مراحل سے گزر کر ترقی کی منازل طئے کرتی رہی ہے۔اس نے ابتداء میں فارسی کے زیر اثر تصوف کی خشک وادیوں میں سفر کیا، تو کبھی حسن وعشق کے رنگین و دلنشین وادیوں میں سیر کرتی رہی، وہاں سے نکل کر زمینی سطح پر محبوب کے زلفوں کی اسیر رہی، تو کبھی انقلاب کی گرج سے آشنا ہو کر انقلاب برپا کیا تو کبھی فلسفہ حیات کا ترجمان بن کر حیات انسانی کے مسائل کو حل کرنے کا ذریعہ بنی۔غزل کی گوناگوں خصوصیات نے اسے ہر دلعزیز صنف سخن بنایا۔

انجمن پنجاب اور حالی کی مقدمہ شعر وشاعری کے سبب اردو غزل کے خلاف ایک محاذ کھل گیا لیکن اسکے باوجود غزل کی مقبولیت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔دوسری طرف عوام نے حالی کی باتوں کو قبول نہیں کیا اور غزل خود ایک ایسی صنف ہے کہ جو کوئی اس کا مخالف ہوتا ہے وہ اس کو ہی اپنی زلفوں کا اسیر بنا لیتی ہے۔چنانچہ غزل کی مخالفت کرنے کے باوجود حالی نے نئے انداز اور نئے اسلوب کی غزلیں کہیں۔انھوں نے جدید اردو غزل کی بنیاد ڈالی اور اس کو فروغ دیا۔یہ بھی قابل غور ہے کہ حالی جدید اردو غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں — اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں
ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی — دل چاہتا نہ ہو تو دعا میں اثر کہاں
تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب — بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

نامور نقادان اردو ادب کہتے ہیں حالی مقلد نہیں مجدد ہیں۔حالی کے بعد کی نسل پر ان کے غزل کی چھاپ واضح نظر آتی ہے۔ان میں داغ دہلوی، امیر مینائی اور علامہ اقبال خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور غزل کی روایت میں ان کا بلند مقام ہے۔حالی کے چند اشعار۔

رنج اور رنج بھی جدائی کا — وقت پہنچا میری رسوائی کا
عمر شاید نہ کرے آج وفا — کاٹنا ہے شب تنہائی کا
کچھ تو ہے قدر شناسائی کا — ہے جو یہ شوق خود آرائی کا

Scanned with OKEN Scanner

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

یاران تیز گام نے منزل کا جالیا ہم محو نالہ جرس کارواں رہے

(کلیات حالی ۔مرتبہ صالحہ عابد حسین)

انجمن پنجاب کی سب سے بڑی دین ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کی اردو نظم ہے۔علامہ اقبال بلاشبہ اردو کے سب سے بڑے نظم نگار شاعر ہیں۔اور مولانا حالی نے اردو غزل کی جو بنیاد ڈالی تھی اس غزل کو رفعت ثریا اور معراج کمال تک پہنچانے میں علامہ اقبال کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔وہ صرف یہیں نہیں رکے بلکہ اردو غزل میں یہ اجتہاد کیا کہ اسے قرآنی ،تاریخی ،منطقی ،متصوفانہ اصطلاحات کو بروئے کار لاتے ہوئے رنگ تغزل میں ڈھال کر پیش کیا۔ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے نظم ہی نہیں بلکہ اردو غزل کو بھی ایک نئے حیاتی معنوں سے آشنا کروایا۔انھوں نے اردو غزل کی روایت میں جو اضافہ کیا اور جو مقام اس کو دلایا اسے ایک مخصوص رنگ تغزل عطا کیا۔ان کی ابتدائی غزلیں داغ کے رنگ میں ہیں۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

نہ آئے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

تمہارے پیامی میں سب راز کھولے خطاء اس میں بتلائیے کہ سرکار کیا تھی

میں ہوں صاف کو منہ نہ کھلوائیے ۔ تمہاری وفا کو بھی جانتے ہیں (بانگ درا)

ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کے پہلے دور کی غزلوں کو ماہر اقبال جگن ناتھ آزاد نے بحیثیت مجموعی مصنوعی غزلیں کہا ہے۔اپنے مضمون ”اقبال کی غزل کا ابتدائی دور“ میں وہ فرماتے ہیں : ”اقبال کے ابتدائی دور کی غزلوں میں ہوسناکی ،رندی موجود تھی ان کے صوفیانہ رنگ کی غزلیں ہم کہہ سکتے ہیں۔مثلاً

چلتے ہوئے کسی کا جو آنچل سرک گیا بولی حیا حضور دوپٹہ سنبھال کے

اڑا جب طائر رنگ حنا لیلی کے ہاتھوں سے وہیں پھندا بنایا قیس نے تار گریباں کا

(جگن ناتھ آزاد ۔اردو غزل۔کامل قریشی مضمون نمبر ۲۴۴)

لیکن بہت دنوں تک اقبال اس ڈگر پر کب چلنے والے تھے۔انھوں نے اپنا راستہ خود بنایا۔اور اپنے انداز کو پالیا۔

تقلید کی روش سے بہتر ہے خودکشی رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے (بانگ درا)

اور اس کے بعد وہ خود ایک نئے رنگ تغزل کے موجد بن گئے۔پہلے دور کے خاتمے کے بعد دوسرے دور کی غزل نے اپنے تیور دکھانے شروع کر دیئے تھے۔اور جب وہ تیسرے دور میں داخل ہوئے تو غزل نے ایک نیا مزاج ،ایک نیا معنوی جہاں آباد کیا۔

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر قلب و نظر شکار کر ہوش و خرد شکار کر

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

ISSN:2278-0718

HINGOLI • COLLEGE

مولانا حالی نے جس جدید روایت کی بنیاد رکھی تھی اس روایت کو معراج کمال تک ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال نے پہنچایا۔ نیز اسے مزید استحکام بخشنے والوں میں چکبست، یگانہ چنگیزی، فانی بدایونی، مولانا حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، جگر مرادآبادی، فراق گورکھپوری کے نام قابل ذکر ہیں۔

ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا تو ترقی پسندوں نے اردو غزل کو جاگیردارانہ عیاش نظام کی پروردہ کہہ کر اس کی گردن اڑا دینے کا حکم صادر کیا۔ جو شاعر غزل کہتا تھا اس کو رجعت پسند شاعر کہتے تھے۔ اس کو بوڑھی نائیکہ کا عاشق بھی کہا جاتا تھا۔ ترقی پسندوں نے غزل کے خلاف محاذ کھول رکھا تھا۔ عندلیب شادانی، جوش ملیح آبادی اور مجروح سلطانپوری نے غزل کے دامن کو تھامے رکھا۔

اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ جیسے ہی ترقی پسند تحریک کا نام آتا ہے، ذہن کیمونزم کی طرف جاتا ہے، اور کیمونزم بہت تیزی کے ساتھ آدھی دنیا پر چھا گیا لیکن جتنی تیزی کے ساتھ وہ دنیا پر چھایا اسی تیزی کے ساتھ زوال کی طرف بھی بڑھا۔ علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بہت صحیح پیش گوئی کی تھی کہ کیمونزم اپنی موت آپ اپنی ہی سرزمین میں دم توڑے گا۔ اور آج ہمارے سامنے اسکی تصویر موجود ہے۔ نیز موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اسی راہ پر گامزن ہے۔ جو جمہوریت کا تماشہ ہے۔ جو دنیا کے مختلف ممالک کی داشتہ ہے۔ نیز دنیا میں صرف شاخِ ہاشمی ہی برگ و بر پیدا کرسکتی ہے۔ ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال نے بھی کہا تھا۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی ۔۔۔ جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

بہرحال اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ترقی پسند تحریک نے ادب کو کافی متاثر کیا۔ اور اردو ادب کے سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کیا۔ اردو غزل کو نئی بلندیاں عطا کیں اور نئی اصناف ادب سے بھی اردو کو روشناس کرایا لیکن جو خسران اس تحریک کی وجہ سے ہوا وہ ناقابل تلافی ہے۔ جدید اردو غزل میں اشتراکی نظریہ کے نمائندہ شعراء میں اسرار الحق مجاز، معین احسن جذبی، مجروح سلطانپوری، فیض احمد فیض اور جاں نثار اختر، علی سردار جعفری کا شمار ہوتا ہے۔

دوسری جانب علی گڑھ تحریک نے بھی اردو ادب کے فروغ میں اہم رول ادا کیا۔ اردو ادب کی آبیاری میں جن دبستانوں نے اہم کردار ادا کیا یقیناً ان میں دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ کی اپنی اہمیت ہے لیکن ان دونوں دبستانوں کے علاوہ ۱۸۵۷ء کے بعد نئی تعلیمی تحریک کے پیش نظر ایک علیحدہ شناخت بنا کر شعر و ادب کو جلا بخشنے والا علاقہ علی گڑھ تھا۔ جس کی اپنی شناخت اور انفرادیت بھی ہے اگر تحقیقی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو علی گڑھ میں جلا پانے والی شعر و ادب کی روایت پورے آب و تاب کے ساتھ سامنے آتی ہے اور ایک علیحدہ دبستان کی حیثیت سے غور و فکر کرنے کی دعوت بھی دیتی ہے۔ علی گڑھ نے بھی اپنی ایک الگ شناخت بنائی۔ فانی، اصغر، خورشید الاسلام، جذبی وغیرہ جیسے شعراء علی گڑھ میں مقیم تھے۔

مولانا حالی اور شبلی علی گڑھ میں قیام پذیر تھے۔ مولانا حسرت موہانی نے حالی کی مقدمہ شعر و شاعری پر شدید ترین اعتراضات

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

گئے اور اردو غزل کی حمایت میں اور اسکی مدافعت میں سینہ سپر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آل احمد سرور، علی سردار جعفری، جاں نثار اختر، معین احسن جذبی، قاضی عبد الستار، رشید احمد صدیقی اور اور احتشام الدین، مجروح سلطانپوری، اصغر گونڈوی وغیرہ نے علی گڑھ کی علمی وادبی فضا کو باوقار بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جس کے سبب یہاں شعر و شاعری کا سلسلہ عروج پر تھا۔ اور یہاں جو شاعری فروغ پارہی تھی اس میں دہلی اور لکھنو دونوں کی خصوصیات تھیں۔ مولانا حسرت موہانی کی شاعری دونوں دبستانوں کا حسین امتزاج ملتا ہے۔

مولانا حسرت موہانی کے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے　　　وہ ایک خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں　　　الٰہی ترک الفت پہ وہ کیوں کر یاد آتے ہیں

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی　　　مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

اسی اثناء میں عالمی و ملکی سطح پر سیاسی، سماجی اور مذہبی اعتبار سے کافی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں تھیں۔ یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ سیاسی اور سماجی اعتبار سے ہنگامہ آرائی کا زمانہ بام عروج پر تھا۔ لہٰذا اردو زبان بھی اپنے آپ کو اس ہنگامہ آرائی سے محفوظ نہ رہ سکی۔ جسکی ایک طویل تاریخ ہے، اس کا احاطہ کرنے کا یہ مضمون اجازت نہیں دیتا۔

ترقی پسند تحریک کے ساتھ ساتھ حلقہ ارباب ذوق کا رجحان بھی فروغ پاتا رہا۔ نیز ۱۹۶۰ء کے آس پاس جدیدیت کی تحریک کا آغاز ہوا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ قلمکاروں کی نعرہ بازی سے نئے ادباء و شعراء اکتا چکے تھے۔ چونکہ عام انسانی زندگی کے مسائل بدل چکے تھے۔ انسانی زندگی نئے مسائل سے نبرد آزما ہو رہی تھی۔ یہ بات بالکل عیاں ہے انسانوں کے بنائے ہوئے نظریات کھوکھلے ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ دیر تک اور دور تک نہیں چل سکتے۔ اسی میں ایک نظریہ جدیدیت کا غلغلہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اب ادب میں دو گروہ پرانے قلمکاروں کی مخالفت میں آگے بڑھ رہے تھے۔ اور ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۰ء تک یہ بائی گروہ کافی زور پکڑ چکا تھا۔

نئی غزل کا ابتدائی زمانہ نہایت مایوس کن رہا۔ بعض نئے شعراء نے جدیدیت کی آڑ میں کچھ بھی اوٹ پٹانگ باتیں کہیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ روایت سے بغاوت کے چکر میں وہ ذہنی توازن کھو چکے تھے۔ اردو غزل کے رجحانات میں سے جدید اردو غزل میں اشتراکی غزل اس غزل کو کہا جاتا ہے، جس میں عشق و محبت کے موضوعات کم اور انسانی زندگی کے آس پاس رونما ہونے والے واقعات و حالات کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔ ترقی پسندوں کے پروپگنڈے کی وجہ سے جگر جیسے امام المتغزلین نے یہ کہا تھا۔

شاعر نہیں ہے وہ جو غزلخواں ہے آج کل

نئی غزل میں احساسات، افکار اور اقدار میں جو تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ان کو نئے لفظوں میں ادا کر رہی ہے۔ نیا شاعر الفاظ کے تخلیقی استعمال سے بخوبی واقف ہے۔ اور یہ نئی غزل کا وصف خاص ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

خیالوں کی گھنی خاموشیوں میں   جھکی جاتی ہیں لفظوں کی صدائیں   مشتاق

سب کچھ بدل گیا مگر لوگ ہیں بضد   مہتاب ہی میں صورت جاناں دکھائی دے   شہم

ورق ورق تجھے تحریر کرتا رہتا ہوں   میں زندگی تیری تشہیر کرتا رہتا ہوں   رئیس الدین ر

۱۹۶۰ء کے بعد اردو غزل کو نئے فکری عوامل اور سماجی عناصر کا سامنا تھا۔ اس عہد کا شاعر صداقتوں کی تلاش میں تھا۔ یہ عمل عالمی پر ہو رہا تھا۔ ہندوستان، پاکستان اور ان کے مختلف صوبہ جات میں جاری تھا۔ علیگڑھ بھی کیسے پیچھے رہ سکتا تھا، وحید اختر، خلیل اعظمی، شہریار، احتشام اختر، اسعد بدایونی، رئیس الدین رئیس وغیرہ علیگڑھ کی دین ہیں۔ احتشام حسین، اسعد بدایونی، شہریار وغیرہ اشعار کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

سلسلہ روشن ستاروں کا، ادھر میرا بھی ہے   اے ستارو اس خلا میں اک سفر میرا بھی ہے

اب مجھ سے یہ دنا میرا سر مانگ رہی ہے   کمبخت مرے آگے سوالی ہی رہے گی   زیب غوری

سورج کی طرح فرید مہتاب میں آیا   رات ایک عجب شخص میرے خواب میں آیا   اسعد بدایونی

موجودہ دور سے ہم سب واقف ہیں، ہم کس طرح زوال پذیر معاشرہ کا حصہ ہیں۔ ہر طرف اخلاق کا دیوالیہ منظر ہمارے سا ہے۔ اخلاقی اقدار پامال ہو رہے ہیں، آوارہ گردی، حواس باختگی کا شکار سارا سماج، اور سارا ملک فرقہ واریت کی آگ سے جھلس ہے، نفرت کو مٹایا نہیں بڑھایا جا رہا ہے، گویا دنیا بارود کے ڈھیر پر کھڑی ہے۔

یہ ماحول شعراء اور ادباء کے لئے بہت ہی فیصلہ کن اور چیلینجنگ ہے۔ یہ ایک نیا مسئلہ ہے، عصر حاضر کی تلخیوں کو پوری سچائی کے ہمارے ادباء اور شعراء کو اپنی تخلیقات میں پیش کرنا چاہئے اور یہ کام وہ کر بھی رہے ہیں۔ مثلاً خورشید احمد جامی کہتے ہیں۔

نکلے ہیں جسم اپنے مزاروں کو چھوڑ کر

اب آؤ زندگی پہ کوئی تبصرہ کریں

دوسری طرف رئیس الدین رئیس کہتے ہیں۔

سلگتی راہ میں سورج ساتھا ہم سفر میرا

اماں نہ دے سکے اشجار سایہ دار مجھے

عصر حاضر میں ذات اور کائنات دونوں کے مسائل ہیں۔ باطنی وجود اور ارد گرد کے ماحول میں ہم آہنگی کا شدید مسئلہ ہے۔ آج کی شعر کا سب سے محبوب موضوع ذار ہے، تلاش ذات ہے، پھر اس کے بعد ذات اور کائنات دونوں کے مسائل ہیں۔ آج ذات سے مر صرف فرد کی ذات نہیں۔ یہ چند شعر ملاحظہ فرمائیں۔

[illegible] [illegible]دوں پر   شہر کا موسم کیوں اتنا سفاک ہے   (رئیس الدین رئیس)

تیری فکر میں بدلے کا زہر گھولتا ہے   فکر میں زہر کو اکسیر کرتا رہتا ہوں   (رئیس الدین رئیس)

[illegible] حقیقت کی بہت ہی خوبصورت تصویر یہاں ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔کیا خوب بات شاعر نے کہی ہے۔گویا موجودہ حالات کا نقشہ [illegible] کھینچا ہے۔

[illegible]لب جاں مسلسل دیکھتا ہوں   کہ میں ہر سمت مقتل دیکھتا ہوں

[illegible] اقدار کی شکست و ریخت نے نسل نو کو تہذیبی اقدار سے عاری کر دیا ہے۔اور پھر جس قسم کا ردیہ ان کی جانب سے ہمارے سامنے آرہا ہے اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں رئیس الدین رئیس نے کیا خوب اسکی تصویر پیش کی ہے۔

ہمارے عہد کی تہذیب ہی کچھ ایسی ہے   ہمارے بچے ادب آشنا نہیں ہوئے

ماں باپ سے روٹھی ہوئی اولاد نے شاید   شاخوں سے لپٹے ہوئے پتے نہیں دیکھے

آج کی مصلحت اندیش دنیا میں ہر کوئی اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔اور ہر کوئی اس کا شکار ہے۔ اردو شاعری میں غزل ہمیشہ سلطنت شعر وسخن کی تاجدار بنی رہی، چنانچہ جس زمانے میں جدیدیت کا آغاز ہوا اس زمانے کے غزل گو شعراء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ۱۹۶۰ء کے بعد جو شعراء جدید غزل کے پیش رو سمجھے جاتے ہیں ان میں ناصر کاظمی، احمد فراز، شہزاد احمد، احمد یوسف زئی، خورشید احمد جامی، شہریار وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔جدید اردو غزل کے ان پیشرو شعراء کے بعد جدید غزل کے گیسو جن شعراء نے سنوارے ان میں بشیر بدر، ندا فاضلی، عادل منصوری، پرکاش فکری، بشر نواز، فیصل جعفری، عتیق اللہ، سلطان اختر، وحید اللہ علیم، ممتاز راشد، قمر اقبال، رئیس الدین رئیس، زیب غوری، مدحت الاختر، ماجد الباقری، ناصر شہزاد، اسعد بدایونی، شہپر رسول، م۔نور شعور، نشتر خانقاہی وغیرہ شامل ہیں۔

عام طور پر جدید شاعری کی سب سے بڑی انفرادی خصوصیت یہ سمجھی جاتی ہے کہ اس میں ایہام ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔یعنی جدید شاعری مبہم ہوتی ہے۔شاعری میں ابہام نئی علامتوں کے استعمال کی وجہ سے آتا ہے۔علامتی شاعری کا دور یورپ میں انیسویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہوا تھا۔اردو میں ابہام زدہ شاعری کا آغاز بیسویں صدی کے چھوتھے دہے میں ہو چکا تھا۔جب میراں جی اور ن۔م۔راشد اردو شاعری کے اسٹیج پر نمودار ہو چکے تھے۔ان کے ساتھ ساتھ اختر الایمان نے بھی علامتی اور مبہم شاعری شروع کر دی تھی۔ادھر دکن میں ان کی تقلید قاضی سلیم کر رہے تھے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنی کتاب "اردو شاعری کا مزاج" کے آخری حصے میں جدید شاعری پر بڑا بصیرت افروز اظہار خیال کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ابہام پسند شعراء دو شعراء ہیں جنھیں عام قاری

Scanned with OKEN Scanner

ISSN:2278-0718

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

سمجھنے سے قاصر ہے، وہ خود بھی ایک دوسرے کو پورے طور پر سمجھ نہیں پاتے۔ اور ابہام پسند شاعری وہ شاعری ہے جس کو سمجھنے م
کے بڑے بڑے ہمدرد نقاد کو بھی کسی نہ کسی حد تک ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جدیدیت کے سب سے بڑے مبلغ نقاد ٹی
۔ایلیٹ نے اس خیال کو عام کرنے کی کوشش کی کہ شعر سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس کو سمجھنا ضروری نہیں۔
جدید تر غزل کا نیا انداز، نیا لہجہ، نیا اسلوب بلاشبہ چونکانے والا ہے۔ اس میں نئے شعراء نے رمزیت سے انحراف بھی کیا
اور حسن تغزل کے تقاضوں کے ساتھ انصاف بھی کیا ہے۔ جدیدیت کے ایک زبردست مغربی حامی نقاد ہربرٹ ریڈ نے تو تنبیہ کی
کہ کسی شاعر سے اس کی نظموں کا مطلب بتانے کی فرمائش کرنا ایک غلطی ہے۔
جدید اردو غزل اپنے آپ میں فن موضوع اور مواد کے اعتبار سے عصری حسیت اور عصری مسائل کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس تما
کا حاصل یہ ہے کہ جدیدیت کے طرفداروں کے نزدیک شعر کا بامعنی ہونا ضروری نہیں۔ وہ شعر جس کا کوئی مفہوم ہوتا ہے اس شعر
کمزور ہوتا ہے۔ جس کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا۔ اس عجیب و غریب منطق سے انگریز طبقہ تو خیر متفق ہو سکتا ہے۔ لیکن اردو داں طبقے
اس کو قبول نہیں کیا، چنانچہ ابہام کی قبیح شکلیں اردو کی جدید نظموں میں ہیں، جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ البتہ جدید اردو غزل
اس طرح کا ابہام اور علامتی اشعار شاذ ہی نظر آتے ہیں۔

حوالہ جاتی کتب:

۱) جدید غزل کا فنی سیاسی سماجی مطالعہ : ڈاکٹر ممتاز الحق ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۹۸ء
۲) اردو غزل کی روایت اور ترقی پسند غزل ڈاکٹر ممتاز الحق ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۴ء
۳) غزل اور مطالعہ غزل ڈاکٹر عبادت بریلوی ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۰۵ء
۴) غزل کا نیا علامتی نظام انیس اشفاق اتر پردیش اردو اکادمی ۲۰۱۰ء
۵) رئیس الدین رئیس محمد سمیع اللہ خان حرف زار لٹریری سا سائٹی علی گڑھ ۲۰۱۸ء
۶) مراٹھواڑہ میں اردو غزل ڈاکٹر سلیم محی الدین مرزا ورلڈ بک ہاؤس اورنگ آباد ۲۰۱۳ء

Scanned with OKEN Scanner

International Research Journal In Urdu Language
TAZEEN-E-ADAB
An International Registered Referred Quarterly Research Journal For Urdu Language
Editor In Chief: DR. SAJID ALI QADRI

اردو میرا نام

اردو میرا نام

یکجہتی میرا مذہب ہے پیار میرا پیغام

اردو میرا نام

لشکر نے جنما ہے صوفی سنتوں نے مجھے پالا
بھاشاؤں کے ملن کی خوشبو کا ہے مجھ میں اُجالا
پہلا مشفق چہرہ خسرو جس نے مجھے سنبھالا

اردو میرا نام

قلی قطب نے نہ ناز اُٹھا ولی نے زلف سنواری
میرؔ نے میرے عشق میں اپنی ساری عمر گزاری
سوداؔ میرا سودائی تھا مومنؔ تھا دیوانہ
میری چاہت نے بخشی ہے غالبؔ کو سرداری
میرے ہر بچے عاشق کا قصہ ہوا ہے عام

اردو میرا نام　　اردو میرا نام

شاہ ظفر زانو تہہ کرکے بنا رہا فریادی
میرے بل پر ذوقؔ کو حاصل تھی اس کی استادی
میرے بیماروں میں اک اقبال ہوا کرتا تھا
جس کی مسیحائی نے حرارت سینوں میں دوڑا دی
میرے دیوانوں کو ملا ہے بے پایاں انعام

اردو میرا نام

اردو میرا نام

ہندوستان کی مٹی ہی میں جنم ہوا ہے میرا
مجھ کو اپنی جان سے پیارا اس کا شام سویرا
دنیا پہ ظاہر ہے اس مٹی سے مری محبت
میرے نغموں نے لہرایا آزادی کا پھریرا
پھر بھی فتنہ ساز کیا کرتے ہیں مجھے بدنام

اردو میرا نام

مجھے جکڑنے کی کوشش بے کار ہے سب دیوانو
خوشبو قید نہیں ہوسکتی مانو یا مت مانو
اترو میری روح میں دیکھو میں ہوں امن کی دیوی
من کی آنکھیں کھولو جانچو پرکھو مجھے پہچانو
موج کی صورت رواں دواں ہیں میرے صبح و شام

اردو میرا نام

آشنا مجھ سے فتنہ گروں کی جان جلا کرتی ہے
مجھے مٹانے کی سازش دن رات ہوا کرتی ہے
میرا کام سفر کرنا ہے میرا سفر ہے جاری
بادِ مخالف تو برسوں سے یوں ہی چلا کرتی ہے
کوئی چاہے کچھ بھی کرے مجھے اپنے کام سے کام

اردو میرا نام

مجاز آشنا برہان پور

The Tazeen-E-Adab, Quarterly, Printed , Published and Owned by Sajid Ali Qadri
Printed at: G.R. ARTS, 369, Bharad Galli, Malegaon, Dist. Nasik and Published at Plot No.57,Ganesh C
Shirpur. Dist.Dhule (M.S.) India Pin:425405 Email Id: tazeeneadab@gmail.com, sajid.qadri7@gm
Cell: 9423288786, 9403094333, 9881583827

PRINCIPAL
Shivaji College
Hingoli.Dist.Hingoli.